اچھا ہوتا اگر عمر گھاس کا یہ تنکا ہوتا اور اللہ کے حساب سے بچ جاتا۔''

اسی طرح عنوان باندھا ہے: ''حضرت صدیق اور حضرت فاروق کا کمال''۔ ''نبی معصوم اور خلیفہ غیر معصوم ہوتا ہے۔'' اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں: ''اکثر زمانوں میں یہ منصب (حکومت وسلطنت) جباروں، بدبختوں، ظالموں اور کند ذہن لوگوں کے مکدر اور ناپاک وجودوں میں ظہور کرتا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک اکابر انبیاء میں سے حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ اور خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم چند ہستیاں ہی گزری ہیں، جن کے وجود شریف میں اس منصب نے ظہور کیا اور انہوں نے کما حقہ اس منصب کے حقوق ادا کیے اور اپنی پاکیزہ سیرتوں کو جفا کار ظالموں اور جاہل بدعملوں پر حجت ودلیل بنایا۔'' [سابقہ حوالہ ص:۱۵۸]

❁ جناب **صدرالدین رفاعی** کتاب مذکورہ کے مقدمے میں لکھتے ہیں: اوراد فتحیة میں یہ الفاظ آپ کے عقیدہ پر شاہد ہیں: ''رضيتُ باللہ رباً وبالإسلامِ ديناً وبمحمدٍ ﷺ نبيًا ورسولًا، وبالقرآنِ إمامًا، وبالكعبةِ قبلةً وبالصلوٰةِ فريضةً وبالمؤمنينَ إخواناً وبالصديقِ وبالفاروقِ وبذى النورينِ وبالمرتضٰى أئمةً رضوانُ اللهِ تعالٰى عليهمُ أجمعينَ. [سابقہ حوالہ ص ۱۲]

❁ **شاہ سید محمد نور بخش** (ت ۸۷۹ھ) فرماتے ہیں: ''ہر دور میں جہلاء کی ایک جماعت نے یہ باور کیا کہ مملکت اور سلطنت کی حکمرانی تقویٰ وطہارت کے منافی ہے۔ یہ انتہائی حماقت اور باطل ہے، اس لیے کہ اکابر مثلاً حضرت ادریس، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ علیہم السلام اور حضرت مصطفیٰ ﷺ اور کمل اولیاء جیسے صدیق، فاروق، ذوالنورین اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سلطنت صوری میں مشغول ہوئے۔ جنہوں نے احکام حکومت کے اجراء، مملکت کے نظم وضبط اور رعایا کے فلاح وبہبود میں کمال دانائی کا مظاہرہ کیا۔ اگر سلطنت صوری' سلطنت معنوی کے منافی ہوتی تو یقیناً اکابرین انبیاء اور کمل اولیاء سلطنت صوری میں ہرگز حصہ نہ لیتے۔'' [انسان نامہ اردو ترجمہ ص۹۷]

❁ **اخوند حمزہ علی** کتاب نور المؤمنین ص ۲ ۱۷ میں لکھتے ہیں: ''ہم عامل بالکتاب ہیں اور ﴿ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ، ﴿ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ﴾ سے مراد عمر رضی اللہ عنہ، ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ سے مراد عثمان رضی اللہ عنہ اور ﴿ رُكَّعًا سُجَّدًا ﴾ سے مراد علی رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [غازی نعیم: میر سید محمد نور بخشؒ ص ۴۳۷]

❁❁❁❁

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد بشیر کاشفی بلغاریؒ

محمود احمد مفکر

مولانا محمد بشیر کاشفیؒ ابن حافظ عبدالصمدؒ موضع بلغار میں اخوند خانوادے کے مرجع کی حیثیت کا حامل رہا۔ اس دور میں اصحاب علم وفضل کی ایک معقول تعداد موجود رہی۔ اس خانوادے کے ایک عالم وفاضل بزرگ مولانا سودے علیؒ تھے، جو اپنے برادر بزرگ، مشہور عالم معقولات، ملک الشعراء، بواسطان علیؒ مؤلف ''زاد الجنان'' کے لائق شاگرد اور ان کے حلقہ درس کے بہترین وارث ثابت ہوئے۔ مولانا سودے علی کے منجھلے فرزند حافظ عبدالصمدؒ علاقہ بلتستان کے مشہور شیخ الحدیث، عظیم عالمِ دین اور موضع بلغار ونواح میں تحریک عمل بالحدیث کے مؤسس تھے۔

مولانا سے جملہ فقہی مکاتب فکر کے علماء نے علمی تشنگی بجھائی۔ ان سے سیراب ہونے والے اصحاب علم وفضل کا دائرہ شیگر سے دراس، کرگل تک پھیلا ہوا تھا۔ مولانا کی نرینہ اولاد پانچ صاحبزادوں پر مشتمل ہے:

۱۔ مولوی عبداللہ: علم دین کے حامل، پابندِ صوم وصلاۃ اور حسنِ صورت وسیرت سے مالا مال تھے۔ ۱۹۴۸ء میں رہگزرِ عالمِ جاودانی ہوئے۔

۲۔ مولانا بشیر کاشفیؒ: مدبر عالم، بلند پایہ دانشور اور ایک صاحب طرز خطیب تھے۔ جن کا تذکرہ خیر ابھی مقصود ہے۔

۳۔ مولانا ثناء اللہ صدیقیؒ: ایک مجاہد، عالم، سرکردہ شخصیت تھے۔ ۱۹۸۷ء میں وفات پائی۔ ''انجمن اسلامیہ بلتستان'' کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ طویل عرصہ بسلسلہ ملازمت سکردو، چکوال اور لاہور میں قیام رہا۔

۴۔ مولانا فاروقؒ: جید عالم، یونین کونسل ڈغونی کے سابق چیئرمین اور بلا کے خوش آواز خطیب تھے ۲۰۰۴ء کو وفات پائی۔

۵۔ محمد حسینؒ: بڑے ہونہار نوجوان، فوج میں نرسنگ تھے۔ عین اٹھتی جوانی میں ۱۹۶۴ء کو وفات پائی۔

ہمارے ممدوح مولانا کاشفیؒ نے ۱۹۱۰ء کو اس عالم وجود کو رونق بخشا۔ بچپن سے ذہانت وذکاوت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے قرآن وحدیث اور فارسی ادبیات کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ علامۃ الدہر مفتی کریم بخشؒ اور مولانا احمد حسنؒ ساکن ژھوق بلغار سے بھی مستفید ہوئے۔ والد بزرگوار نے لکھنے کی بھی خاص مشق کروائی۔ دھیرے دھیرے اس میں

ترقی آتی گئی اور کہنہ مشق اہلِ قلم ثابت ہوئے۔

جب حضرت العلام حافظ ابوعبداللہ عبدالصمدؒ کی بصارت میں ضعف آیا تو اپنی جگہ مفتی کریم بخشؒ کو اپنے مدرسے کا شیخ الحدیث اور ناظم نامزد فرمایا۔ اور اپنے معتمد شاگرد اور چولی دامن کا تعلق رکھنے والے عزیز مولانا عبدالملکؒ کو جماعتِ اہلحدیث بلغار کا امیر اور جامع مسجد گوند کا خطیب نامزد فرمایا۔ مولانا کاشفی نے مفتی صاحب کے ساتھ مدرسے میں درس وتدریس کی ذمہ داری نبھائی اور جماعت کے انتظامی معاملات میں اپنے بزرگ چچا مولانا عبدالملک کا ہاتھ بٹایا۔

مفتی کریم بخشؒ اپنے مخدوم ومربی مولانا موسیٰؒ کی پیہم دعوت پر غواڑی منتقل ہوئے تو مولانا کاشفیؒ نے اپنے والد بزگوار کا مدرسہ سنبھالا۔ ۱۹۴۵ء میں مولانا عبدالملک بلغاریؒ کی وفات پر آپ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث گوند بلغار میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمانے لگے۔ محلّہ گونمایار میں مولانا کے والد بزگوار کے چچازاد بھائی مولانا علیؒ اور خود آپ کے حقیقی چچا مولانا غلام قادرؒ باری باری خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ بیشمار طلباء نے مولانا مرحوم سے خوشہ چینی کی۔

۱۹۵۴ء میں مدرسہ منارالہدیٰ کو سرکاری مکتب کی شکل دیدی گئی اور بطور معلم آپ کی تقرری عمل میں آئی۔ بعد میں آپ کے برادرِ خورد مولانا ثناء اللہ صدیقی مرحوم نے ایک وفد کے ہمراہ انسپکٹر آف سکولز سے ملاقات کی اور ایک پرائمری ٹیچر کی منظوری بھی حاصل کی۔ بروایت منشی کریم صاحب ریٹائرڈ قانون گو مولانا موصوف سے شائقین فارسی اور دینی کتب بھی پڑھتے رہے۔ مولانا کو اردو اور فارسی میں مہارت حاصل تھی۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ندویؒ کی روایت کے مطابق علامہ مولانا عبدالصمدؒ کے عہد میمون میں مدرسہ منارالہدیٰ میں فارسی میں فتوح الشام بمع بلتی ترجمہ سنانے کا معمول تھا۔ اپنی مناسب طبیعت ولیاقت کے باعث مولانا کاشفیؒ نے یہ خدمت انجام دی۔ مفتی کریم بخشؒ آپ کے دلچسپ پیرایہ بیان سے بے حد متاثر ہوئے۔

مولانا کاشفیؒ سے کسبِ علم کرنے والوں میں مولوی عبدالکریم بلغاری سابق ڈائریکٹر زراعت بلتستان، مولانا مفتی بلال احمد، مولانا عیسیٰ، مولانا نذیر حسین، الحاج عبدالسلام بلغاری سابق ہیڈ ماسٹر، اخوند عبدالحمید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مولانا کاشفیؒ جہاں بہترین مدرس تھے وہاں صاحبِ طرز خطیب بھی تھے۔ خطبہ ادیبانہ اور حکیمانہ تھا۔ آپ باقاعدہ تیاری کرتے۔ راقم الحروف کے والد صاحب کے بقول آپ مختلف کتابوں سے ضروری نکات جمع فرماتے۔ تھوڑی دیر وہ کاغذ زیر مطالعہ رہتا، پھر انہی نکات کی روشنی پُرمغز خطبہ ارشاد فرماتے۔ حسب ضرورت اشعار بھی سناتے۔ مولانا الطاف حسین حالیؒ، اکبرالہ آبادیؒ اور علامہ اقبالؒ کے اشعار خوب یاد تھے، اور فارسی شعر بھی سناتے تھے۔

موصوف ۱۹۵۸ء میں انجمن اسلامیہ بلتستان کے نائب صدر منتخب ہوئے تھے۔اور مقامی جماعت کے امیر وسرپرست اعلیٰ بھی تھے۔دارالعلوم غواڑی میں مولانا حاجی خلیل الرحمٰنؒ جیسے ہمہ جہت بزرگ کے دور میں مولانا ہمہ وقتی ممتحن تھے۔اور مفتی کریم بخشؒ نے آپ کو دارالعلوم کی مجلس عاملہ کا ہمہ وقتی ممبر بنا رکھا تھا۔

بروایت مولانا احسان اللہ صاحب موضع بلغار کی مقامی سیاست میں ۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۹ء کے طویل دورانیے میں آپ اور آپ کے رفقائے میدانِ عمل کا چوتفضّل مرحوم اور ماسٹر شوکت مرحوم کا طوطی بولتا رہا۔ ہبہ نامہ، بیع نامہ اور خطوط لوگ انہی حضرات سے لکھواتے۔زمینی تنازعات نمٹانے میں بھی ان حضرات کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔مدرسہ منار الہدیٰ کے برآمدے میں ان حضرات کا دربار لگا رہتا۔لوگ دور دراز سے سیاست کا گر سیکھنے آتے۔اس ادارے کے دیوار تلے ہونے والی مجالس سے آداب مجلس کو فروغ دینے اور تہذیبی معیار کو اونچا کرنے میں بڑی مدد ملی۔

آپؒ سے تعلق رکھنے والی مقتدر شخصیات میں بنات گل خان آفریدی، محمد بشیر خان فوق دہلوی، حاجی عبدالحمید خاور صاحب سابق انسپکٹر پولیس، وزیر مہدی ایم اے ایل ایل بی علیگڑھ، وزیر غلام حیدر کالون، عبداللہ خان تھانیدار وغیرہ شامل ہیں۔والی چپلو راجہ فتح علی خان سے گہرے اور مخلصانہ مراسم تھے۔

مولانا کاشغیؒ نے وفات سے قبل آغا خان کو دعوت دی تھی۔وزیر غلام مہدی اور وزیر کالون مولانا کی اہلیہ مسماۃ زبیدہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔کاشغیؒ سے رشتہ داری کے باعث دیگر علماء اہلحدیث سے بھی ان کے خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے تھے۔ علماءِ اہلحدیث پر سکردو میں ہونے والے حملے پر دونوں بھائیوں نے صلح کروانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

عبدالقادرؒ کا اظہارِ غم: ۱۹۸۰ء میں مدرسہ منار الہدیٰ کے سامنے انجمن اسلامیہ بلتستان کا سہ روزہ تبلیغی اجتماع بصدارت مفتی اعظم دیارِ بلتستان مولانا عبدالقادرؒ منعقد ہوا۔جس میں بلتستان بھر سے جید علماء، دارالعلوم غواڑی کے طلباء خوش نوا اور آتش نوا خطباء اور جملہ فقہی مکاتبِ فکر کے علماء نے شمولیت فرمائی۔ابھی مولانا کاشغیؒ کی مفارقت کا غم تازہ تھا۔مفتی اعظمؒ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا: ''آہ ہم میں وہ مدبر عالم موجود نہیں جو موضع بلغار اور اس کے اطراف میں اپنے فہم وفراست، اعلیٰ سیاست، قابلیت اور حلم وبردباری کے باعث اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔صد حیف وہ شخصیت اٹھ گئی جو صورت وسیرت میں سلف کی یادگار تھی۔آج ہم میں عقل وتدبر کا وہ پیکر مثالی موجود نہیں جو شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو عبداللہ عبدالصمدؒ کا نورِ نظر تھا۔'' بعد ازاں مولانا مرحوم کے حق میں دعا فرمائی، جس میں مفتی صاحب نے پوری فضا کو افسردہ کردیا۔

مولانا کاشفیؒ کی شخصیت میں محاسن کی فراوانی: مولانا کاشفی کی شخصیت میں محاسن کی فراوانی نظر آتی ہے۔ وہ خوش بیان خطیب، عالم باعمل، کہنہ مشق اہلِ قلم، نکتہ سنج ادیب اور بلا کے دوراندیش سیاست دان اور اخلاقِ حسنہ کے پیکر حسین تھے۔ اپنے اجداد اور عزیزوں کے برعکس آپ جمالی طبیعت کے حامل تھے۔ عفوودرگزر اور حلم کا مادہ غالب تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دولت خانے پہ عوام الناس، سرکاری آفیسران اور اصحاب علم وفضل کا تانتا لگا رہتا۔ زبان وقلم سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا جو نقطہ اعتدال سے باہر ہو۔ غرض بلبل شیراز مصلح الدین سعد شیرازی کی اس نصیحت پہ عمل کر کے دکھایا:

کنونت امکانِ گفتار ہست بگو اے برادر بلطف و خوشی

کہ فردا چو پیکِ اجل می رسد بحکمِ ضرورت زبان در کشی

ترجمہ: ابھی تیرے پاس طاقت گفتار ہے، لطف وخوشی کی گپ شپ کرو۔ کل اچانک فرشتہ اجل آجائے تو زبان بند ہو جائے گی۔ [گلستان ص۹]

مولانا کاشفی کا اسلوبِ تبلیغ بڑا حکیمانہ تھا۔ آپ دوسرے فقہی مکاتبِ فکر کے ساتھ رواداری سے پیش آنے کی تلقین فرماتے۔ اس طرح آپ نے طویل عرصہ اپنے خاندان و جماعت کی دینی ودنیاوی ریاست کو برقرار رکھا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ندویؒ آپ کے بڑے مرتبہ شناس تھے۔ ان کی مجلسوں میں آپ کا تذکرہ رہتا۔ وہ آپ کی قابلیت وہمہ گیری، اخلاقِ حسنہ، عقل اور حلم کی تعریف فرماتے۔ اپنے خطوط میں برادر بزرگوار مولانا کاشفی کے الفاظ میں آپ کو یاد فرماتے۔ اور مولانا کاشفیؒ ان کو اخی المعظم مولانا ندوی سلمہ اللہ کے الفاظ سے یاد فرماتے۔ مولانا کاشفیؒ کی تحریر پُرمغز تھی ہی، مولانا عبدالرشید ندویؒ کا نوشتہ بھی ادب وانشاء کا اعلیٰ نمونہ ہوتا۔ مولانا حاجی خلیل الرحمٰن الباقریؒ کے ساتھ مولانا کاشفیؒ کے نہایت قریبی تعلقات تھے۔

ایک بار مفتی اعظم مولانا عبدالقادرؒ گوی جامع مسجد اہلحدیث بلغار گوند میں ایک شرعی مقدمے کا تصفیہ فرما رہے تھے۔ دائیں بائیں الحاج خلیل الرحمٰنؒ اور مولانا بشیر کاشفیؒ بیانات قلم بند فرما رہے تھے۔ مفتی صاحب نے فرمایا: ''غلط گواہی مت دینا، کراماً کاتبین دائیں بائیں تشریف فرما ہیں۔''

مولانا کاشفیؒ نہایت حلیم الطبع، نرم مزاج اور عمدہ اخلاق واطوار سے آراستہ بزرگ تھے۔ خوبصورت سفید لباس زیب تن فرماتے اور بمطابق سنت نبوی عمامہ زیبِ سر ہوتا۔ عیدین پہ شیروانی اور سرخ ترکی ٹوپی پہنتے۔ دوہرا بدن، کتابی چہرہ، ذہانت